

رسائل و مسائل (احکام زکوٰۃ)

ترجمان محرم ۱۳۷۲ھ میں خان محمد صاحب ربانی کی طرف سے زکوٰۃ کے بارے میں چند سوالات شائع کئے گئے تھے۔ ذیل اہول کے پرچے میں اس سے متعلق مولانا مودودی کی رائے پیش کی گئی تھی۔ اب جناب مولانا طفر احمد صاحب عثمانی تھانوی نے ان دونوں پرچوں کو ملاحظہ فرما کر اس بارے میں اپنی تحقیق علی الترتیب اپنے دو عنایت ناموں میں مدیر ترجمان کے نام ارسال فرمائی ہے۔ ہم بڑی خوشی اور کرمیہ کے ساتھ ان دونوں گرامی ناموں کو ترجمان میں نقل کر رہے ہیں۔

مکتوب اول

بعد الحمد والصلوة بعض احباب نے ترجمان القرآن بابت محرم ۱۳۷۲ھ کی طرف مجھے توجہ دلائی جس میں ایک مقالہ حضرات علماء کی خدمت میں چند سوالات کے عنوان سے شائع کیا گیا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ فقہ حنفی میں زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے تملیک کی جو شرط لگائی گئی ہے وہ صرف ایسی صورت میں قابل عمل ہے جب کہ لوگ انفرادی طور پر اپنی زکوٰۃ نکال کر انفرادی طور پر ہی اس کو صرف کر دیں، لیکن اگر اجتماعی طور پر مثلاً اسلامی حکومت کے ذریعہ سے اس کو وصول اور صرف کرنے کا انتظام کیا جائے تو یہ بشرط اپنے جزئی احکام کے ساتھ ایک دن بھی نہیں چل سکتی۔ پھر سوال کی توضیح کے لیے چند عملی مشکلات پیش کر کے علماء سے ان کا حل دریافت کیا گیا۔ جواباً عرض ہے کہ تملیک فقیر زکوٰۃ کے لیے شرط ہی نہیں بلکہ رکن ہے بلکہ زکوٰۃ کی حقیقت ہی تملیک فقیر ہے جیسا فقہاء کی عبارات سے آئیدہ واضح ہو جائے گا اور جس زمانے میں زکوٰۃ حکومت اسلامی کے ذریعہ وصول کی جاتی تھی تو اس کی یہ صورت نہ تھی کہ عامل تنہا ہر شخص کے مکان یا چرگاہ پر جاتا اور زکوٰۃ وصول کرتا ہو، بلکہ اس کے ساتھ سپاہیوں کا ایک دستہ ہوتا تھا وہی اس مقام کے تھانہ یا تحصیل میں زکوٰۃ کے مویشی اور اموال جمع کرتے تھے اور اس بستی کے غریبوں کو ایسی جگہ جمع ہو جاتے اور ان پر زکوٰۃ تقسیم کر دی جاتی تھی، جب تک اس مقام پر فقراء موجود ہوتے دوسرے مقام پر زکوٰۃ منتقل نہ ہوتی تھی۔

پھر چونکہ ولایت عامہ کی وجہ سے امام فقراء کا ذیل ہوتا اور عمال امام کے نائب ہوتے تھے، اگر فقراء کی مصروفیت
زکوٰۃ کو منتقل کرنے کی ضرورت ہوتی تو امام اور اس کے عمال کو مصارف نقل بھی مال زکوٰۃ سے وصول کرنے کا
حق تھا جیسا خود فقیر مال زکوٰۃ پر قبضہ کر کے اپنے گھر لے جاتا تو مصارف نقل اسی مال سے نکال سکتا تھا۔ غالباً
سائل کے ذہن میں سوال کے وقت یہ نکتہ نہیں تھا کہ امام یا مصدق کا مال زکوٰۃ پر قبضہ کرنا فقراء ہی کا قبضہ کرنا ہے
کیونکہ وہ بوجہ ولایت عامہ کے فقراء کا ذیل ہے لیکن اس پر کسی ادارہ کے ناظم یا عامل کو قیاس نہیں کیا جاسکتا کیونکہ
اس کو ولایت عامہ حاصل نہیں اس لیے وہ فقراء کا ذیل نہیں اور اس کو یہ حق حاصل نہیں کہ مال زکوٰۃ میں سے ناظم یا عامل کا
سفر خرچ یا مصارف نقل وصول کرے اگر ایسا کرے گا تو زکوٰۃ دینے والوں کی زکوٰۃ پوری ادا نہ ہوگی۔

زکوٰۃ کا رکن یہ ہے کہ مال نصاب کا ایک حصہ خدا کے لیے
نکالا جائے اور اسی کے حوالے کیا جائے، اس کی صورت
یہ ہے کہ فقیر کو زکوٰۃ کا مالک بنادیا جائے اور زکوٰۃ اس کے
یا اس کے کسی نائب (یعنی مصدق) کے سپرد کر کے زکوٰۃ دینے
والا اس سے قطعی طور پر دست بردار ہو جائے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ دینے کا حکم دیا
ہے۔ بقولہ عزوجل والذکرۃ اور دیتا و تملیل ہی ہے۔
اسی لیے اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کو صدقہ کا نام بھی دیا ہے۔
بقولہ عزوجل انما الصدقات۔ للفقراء اور تصدق تملیل
... چنانچہ نیکی کے کاموں، مثلاً مساجد، سرائے، سبیل اور پلوں
کی تعمیر و مرمت اور میت کی تکفین و تدفین پر زکوٰۃ جائز نہیں
کیونکہ ان میں تملیل اصل نہیں پائی جاتی۔ اس طرح اگر زکوٰۃ دینے
والا زکوٰۃ سے کھانا خرید لے اور صبح شام اپنی مرضی اور صواب دیکھ
فیضوں کو کھلائے اور کھانا بچسنہ ان کے سپرد نہ کرے، تو

قال فی البدائع واما رکن الزکوٰۃ ۱۰ فمکن الزکوٰۃ
هو اخراج جزء من النصاب الی اللہ تعالیٰ
تسلیم ذلک الیہ یقطع المالك یداً عنه تملیک
من الفقیر و تسلیم الیہ الی ید من هو نائب
عند وهو المصدق۔۔۔ (الحی ان قال) وقد
امر اللہ تعالیٰ الملائک بالیتاء الزکوٰۃ بقوله
عزوجل وآتوا الزکوٰۃ والایتاء هو التملیک
ولذا سمی اللہ تعالیٰ الزکوٰۃ صدقة بقوله
عزوجل انما الصدقات للفقراء و التصدق تملیل
(الحی ان قال) وعلى هذا ینخرج صرف الزکوٰۃ
الی رجبۃ البر من بناء المساجد والرباطات
والسقايات واصلاح القناطر و تکفین المرقی و
دفنهم انه لا یجوز لانه لم یجد التملیک صلاً
وکذا اذا اشتری بالزکوٰۃ طعاماً فاطعم الفقراء

غداً و عشاءً (لطیف الاحاق) ولم یدرم
عین الطحاوی علیہم لایجوز لحدہ التملیک (الی
ان قال) ولودفع زکوٰۃ الی الامام والی عاملہ
یجوز لانه تائب عن الفقیر فی القبض فکان قبضہ
کقبض الفقراء ص ۳۹۔

عدم تملیک کی بنا پر ایسا کرنا جائز نہ ہوگا..... اگر زکوٰۃ حکم
یا اس کے عامل کے سپرد کر دی جائے تو جائز ہے کیونکہ عامل
زکوٰۃ وصول کرنے میں فقیر کا نائب اور نمائندہ ہے۔ اس کا
زکوٰۃ لینا فقیر کے زکوٰۃ کیسے کی مانند ہے۔

بذلح الضائع ج ۲، ص ۳۷

زکوٰۃ میں تملیک کا ضروری ہونا متفق علیہ ہے کسی امام کا اس میں اختلاف بیان نہیں کیا گیا بلکہ امام شافعیؒ کی طرف
تو یہ قول منسوب کیا گیا ہے کہ ان کے نزدیک اِنَّمَا لَصَدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ میں لام ملک کے لیے ہے۔

قال واما النص فنقله تعالى اِنَّمَا لَصَدَقَاتُ
لِلْفُقَرَاءِ وقوله عز وجل وفي أموالهم حق ضلوعهم
لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ والاضافة بحرف اللام تقتضي
الاختصاص بجهة الملك اذا كان المضاف اليه
من اهل الملك..... واما الحقيقة فان الزکوٰۃ
تمليك المال من الفقير والمنفق بها هو الفقير فان
حق الفقير ص ۳۹، ودليل عدم نقل الزکوٰۃ

حدیث معاذ فان هم اطاعوا لك في ذلك
فاخبرهم ان عليهم صدقة في أموالهم تؤخذ
من اغنياءهم وتروى على فقرائهم (متفق عليه)
وروى البعيد في الاموال كما في كنز العمال عن
عمر بن سعد ان معاذ بن جبل لم يزل
ياخذ اذ بعثه رسول الله صلى الله عليه وسلم
والربكبر ثم قدم على عمر فرده على ما كان

اس بارے میں نص یہ ہے۔ اِنَّمَا لَصَدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ
.... وفي أموالهم حق مغلوم للسائل المحذور
للفقراء اور للسائل میں فقراء اور سائل کی طرف حرف لام
کی اضافت اور تعلق اس بات کا مقتضی ہے کہ یہاں
اختصاص باعتبار ملک مراد لیا جائے بشرطیکہ فقیر اور
سائل اہل ملک میں سے ہوں... حقیقت میں زکوٰۃ
یہ ہے کہ مال پر فقیر کی تملیک ہو جائے۔ فقیری اس سے
فائدہ اٹھانے والا ہے اور اسی کا یہ حق ہے۔ بذلح ج ۲ ص ۳۷
اور زکوٰۃ کے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہ کیے جانے کی
دلیل وہ متفق علیہ حدیث ہے جس میں حضرت معاذؓ سے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر لوگ تمہاری اطاعت قبول
کر لیں تو انہیں آگاہ کر کہ ان کے مالوں پر زکوٰۃ ہے جو ان کے
اعتیاد سے لی جائے گی اور ان کے فقراء پر ٹوٹا دی جائیگی
اور کتاب الاموال لابی عبید اور کنز العمال میں روایت ہے

عليه فبعث معاذ بثلث صدقة الناس فانكر عليه عمر فقال لم البعث جابياً ولا اخذ جزية ولكن لبعثك تاخذ من اغنياء الناس فتروء في فقرهم قال معاذ ما لبعثت اليك بشئ وانا احب احداً ياخذ مني فلما كان العام الثاني بعث اليه شطر الصدقة فتراجعا مثل ذلك فلما سكت العام الثالث بعث اليه بها كلها فتراجعه عمر مثل ساراجعه قبل فقال معاذ ما وجدت احداً ياخذ مني شيئاً ^{من بيتك} وفي البدائع ^{ص ۵۶} واما زكاة المال فحيث المال في الروايات كلها ويكره اخراجها الى غير اهل ذل الموضع الاطوية عن ابي حنيفة انه لا يس ان يخرجها الى قرابة من اهل الحارة ^{ويعتبرها}

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن بھیجا اور وہیں رہے۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں وہ آئے مگر انہیں اپنے منصب پر واپس بھیج دیا گیا بعد میں حضرت معاذ نے لوگوں کی ایک تہائی زکوٰۃ بھجوائی۔ حضرت عمرؓ نے اس پر نا پسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے تمہیں نکلیں اور جزیرہ لینے کے لیے نہیں بھیجا تھا۔ میں نے تجھے اس لیے بھیجا تھا کہ تو اغنیاء سے زکوٰۃ لے کر فقراء میں اسے واپس کر دے۔ حضرت معاذ نے کہا کہ مجھے اس کا کوئی لینے والا نہیں ملا اس لیے اسے آپ کے پاس بھجوا دیا۔ دوسرے سال آدھی زکوٰۃ بھیجی اور یہی سوال و جواب ہوا، تیسرے سال انہوں نے پوری زکوٰۃ بھیجی پھر وہی گفتگو ہوئی اور حضرت معاذ نے پھر یہی کہا کہ مجھے زکوٰۃ لینے والا نہیں مل سکا۔ اور مال کی زکوٰۃ وہیں نکل جائے جہاں مال ہے۔ تمام یہاں ہیں

لے قلت والظاهر من قوله بعث معاذ بثلث الصدقة وبسطها وبكلها انه لم يأخذ منها مؤنة النقل واجرتها بل كانت ببشارة مع بريء الحكومة من غير ان ينقص من مال الزكاة شيء ۱۲
لے قلت هذا في زكاة الاموال الباطنة التي لا يطالب بها الامام واما الاموال الظاهرة فحكمها ما قاله عمرؓ الا تنقل الى غير ذلك الموضع الا اذا لم يكن هناك من ياخذها والله اعلم ۱۳

دو مذکور بالا حوائی مولانا عثمانی کی طرف سے ایزاد کئے گئے ہیں۔ ان کے ترجمے بالترتیب درج ذیل ہیں :- (ترجمان)
لے اس قول سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت معاذؓ نے صدقہ (تہائی، آدھا یا سارا) نقل و حرکت کی اجرت وضع کئے بغیر اور ستواہ لیے بغیر بھیج دیا، بلکہ حکومت کی ڈاک کے ہمراہ بھیج دیا ہوگا اور زکوٰۃ میں کچھ کمی نہ ہوتی ہوگی۔

لے یہ اجازت اموال باطنہ کے بارے میں ہے جن کا حاکم مطالبہ نہیں کرتا، لیکن اموال ظاہرہ کے بارے میں حضرت عمرؓ کے قول پر عمل ہوگا۔ یعنی انہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہیں کیا جائے گا الا یہ کہ اس جگہ مستحق موجود نہ ہو۔

یہی ہے۔ دوسری جگہ کے لوگوں کی طرف زکوٰۃ کا نال کر
لے جانا مکروہ ہے۔ سوائے امام ابوحنیفہؒ کی ایک روایت کے
جس کے بموجب دوسری جگہ حاجت مند عزیزوں کو لکوۃ پہنچانے
میں مضائقہ نہیں ہے۔

میرے خیال میں سوال کا جواب اور ان شکالات کا حل ہو چکا ہے اب تکمیل کے طور پر چند ضروری مسائل بیان کئے جاتے
ہیں تاکہ اگر کسی وقت حکومت پاکستان باقاعدہ بیت المال قائم کئے اور زکوٰۃ کے وصول و تقسیم کا انتظام کرنا چاہے تو ان مسائل کی عہدیت کی جائے۔
مقدمہ اولیٰ | بیت المال میں چاقم کے موال الگ الگ رکھے جائیں گے۔

اس میں بیستوں کو لکوۃ عشری زمینوں کا عشر، مسلمان تاجروں سے جو کچھ عاشر وصول کرے جب کہ وہ تجارتی مال لے کر
اس کی حدود سے گزرے اور یہ تجارتی مال کی زکوٰۃ ہوگی جو سال میں ایک دفعہ چالیسواں حصہ کے حساب سے وصول کی جائے گی
اس کے مصرف فقراء و مساکین، اور زکوٰۃ کے عاملین اور نو مسلم فقراء، اور غرض دار، جن کا موجودہ سرمایہ ادا و قرض
کے لیے کافی نہیں، اور وہ غائب جن کے پاس میدان جہاد میں کافی سامان نہیں، اور مسافر جن کے پاس بحالت سفر
غھڑنگ پہنچنے کا خرچ نہ رہا ہو، اور وہ غلام ہیں جن کے مالکوں نے خاص مقدار میں رقم مقرر کر دی ہو کہ اس کو ادا
کر دینے پر آزاد ہو جائیں گے جن کو شریعت میں مکاتب کہہ آتا ہے۔ یہ رقم آج کل یہاں موجود نہیں ممکن ہے جہاد کی
نوبت آنے پر ان کا وجود ہو جائے۔

ب : مال غنیمت کا خمس اور کانوں اور زمینوں کا خمس۔ کانوں کا خمس اس وقت لیا جائے گا جب کہ حاکم اسلام کسی کو
ان کے خود نے اور لٹکانے کی اجازت دے دے۔ اگر حکومت خود اپنے انتظام سے کانیں کھودنے اور لٹکانے کا
بندوبست کرے تو جو کچھ نکلے گا سب حکومت اسلام کا ہوگا البتہ اگر کسی کو اتفاقی طور پر کسی پہاڑ سے کچھ سونا وغیرہ مل گیا
تو اس سے بھی خمس لیا جائے گا اور بیت المال میں جمع ہوگا جیسا کسی کو اسی طرح دینہ مل جائے اور اس کی تفصیل فقہاء
کے کلام سے معلوم کی جائے۔ اس کا مصرف یتامی اور مساکین اور مسافرین ہیں اور جو بچے وہ حکومت کی ضروریات
اور اسلحہ وغیرہ میں صرف کیا جائے گا۔

ج : خراجی زمینوں کا لگان، اہل ذمہ کا انکم میکس (جس کو جزیہ کہا جاتا ہے) یا کسی مقام کے باشندوں سے کسی خاص مقدار

صلح کی گئی ہو تو صلح کی رقوم اور جو کچھ عاشر تجارتی اہل ذمہ اور مستائین دار الحرب سے وصول کرے جب کہ وہ اس کی حدود تجارتی مال لے کر گزریں اس قسم کا مصروف مصالح مسلمین میں جیسے حاکموں، قاضیوں، مفتیان اور سپاہیوں، فوجیوں کی تنخواہیں، راستوں کی حفاظت، مسجدوں، سرائوں، مسافر خانوں کی عمارت، پھوٹے بڑے پولوں کی مرمت یا تعمیر، برسرِ حد کا انتظام اور ایسی نہروں کا انتظام جو کسی کی ملکیت نہیں بلکہ حکومت ہی کی ملکیت ہیں۔

۵: لاوارث مردوں کا ترکہ یا ایسے لوگوں کا ترکہ جو اپنے پیچھے صرف بیوی چھوڑ گئے ہیں یا عورت صرف شوہر چھوڑ گئی ہے ان کا حصہ دسے کر باقی بیت المال میں داخل کیا جائے گا۔ اسی طرح گری بڑی چیزوں کی کافی شمیر کے بعد بھی مالکوں کا پتہ نہ لگا ہو تو وہ بھی بیت المال میں داخل کی جائیں گی اس قسم کا مصروف بیمار غریبوں کی دوا و علاج، معالجہ اور غریب مردوں کا کفن دفن جب کہ وہ کچھ چھوڑ کر نہ مرے ہوں، ایسے بچوں کی پرورش جو کسی جگہ پڑے ہوئے پائے جائیں، ایسے نادار لوگوں کی امداد جو کمانے اور خفت کرنے سے عاجز ہو گئے ہوں اور ان کا کوئی عزیز قریبی ایسا نہیں جس کے ذمہ شرعاً ان کا نفقہ واجب ہو۔ امام پر لازم ہے ان جملہ اقسام کے رقوم کو ان کے مستحقوں تک پہنچائے ورنہ عند اللہ ماخوذ ہوگا غالباً اس تفصیل سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ باقاعدہ بیت المال قائم ہونے کی صورت میں وہ مشکلیں پیش نہیں آسکتیں جو ترجمان القرآن میں بیان کی گئی ہیں۔ کیونکہ سب کاموں کے لیے صرف زکوٰۃ اور صدقہ فطری نہیں بلکہ دوسرے اموال بھی ہیں جن میں تملیک فقیر ضروری نہیں بلکہ مناسب صورت سے ان کو تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ یہاں اس نکتہ پر بھی تنبیہ کر دینا ضروری ہے کہ قسم اول و دوم کے سوا بقیہ اقسام کے اموال مسلمانوں اور ذمیوں دونوں پر حسب ضرورت تقسیم ہو سکتے ہیں۔ چونکہ زکوٰۃ صرف مسلمانوں سے ہی جاتی ہے وہ مسلمانوں ہی پر صرف ہوگی اور جہاد بھی صرف مسلمانوں پر فرض ہے۔ اس کی غنیمت کا خمس بھی مسلمانوں پر صرف ہوگا بقیہ اقسام کی تقسیم مسلم و غیر مسلم دونوں پر ہو سکتی ہے۔

مقدمہ ثانیہ | حکومت کو اموال باطنہ کی زکوٰۃ کے مطالبہ کا حق نہیں (الابنرورۃ شدیدہ) بلکہ وہ صرف اموال ظاہرہ کی زکوٰۃ وصول کرنے کی حق دار ہے جیسے مویشیوں کی زکوٰۃ بوزال کے زیادہ حصہ میں گھر پر نہیں بلکہ جنگل میں چرتے ہوں اور ان تاجروں کے تجارتی مال کی زکوٰۃ جو ایک شہر سے دوسرے شہر میں مال لے جاتے ہوں اور باہر سے مال منگاتے ہوں نیز عسکری و خراجی زمینوں کا عشر و خراج بھی اموال ظاہرہ ہے۔ اور جو تاجر اپنے شہر ہی میں تجارت

کرتا ہے نہ باہر سے مان منگاتا ہے نہ بھیجتا ہے اس کا تجارتی مال اموال باطنہ میں داخل ہے۔ اسی طرح جو نقد اور زیور کی گھر میں ہے وہ بھی اموال باطنہ سے ہے البتہ جو روپیہ بینک میں یا ملٹڈ کمپنیوں میں ہے اس کو اموال ظاہرہ میں داخل کیا جاسکتا ہے۔

مقدمہ ثالثہ | حکومت کو اموال ظاہرہ کی زکوٰۃ وصول کرنے کا حق اسی وقت ہے جب کہ وہ ڈاکوؤں، چوروں سے ان اموال کی حفاظت کا انتظام کرتی ہو۔ اگر نظمی اور تعطل حدود کی وجہ سے لوگوں کے اموال محفوظ نہ ہوں تو حکومت کو مطالبہ زکوٰۃ کا حق نہیں ہے۔ اسی طرح اگر امام اور اس کے عمال نماز کے پابند نہ ہوں تب بھی بعض علماء کے نزدیک حکومت کو زکوٰۃ وصول کرنے کا حق نہیں۔

مقدمہ رابعہ | حکومت کو صدقہ فطر اور چرم قربانی اور دیگر صدقات کے مطالبہ کا حق نہیں (الالبضرة شديدة) مقدمہ خامسہ | اگر حکومت زکوٰۃ و عشر کو اس کے مصارف شرعیہ میں خرچ نہ کرتی ہو تو مالداروں کے ذمہ سے عشر اور زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟ اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں ادا ہو جائے گی اور جواب بے جا صرف کرنے کا وبال حکام پر ہوگا۔ بعض کہتے ہیں کہ خراج تو ادا ہو جائے گا مگر زکوٰۃ و عشر ادا نہ ہوگا، مالداروں کو دوبارہ بطور خود ان کا ادا کرنا واجب ہوگا۔

مقدمہ سادسہ | جن اموال کی زکوٰۃ کے مطالبہ کا حکومت کو حق حاصل ہے اگر کوئی ان کی زکوٰۃ بھی خود ہی ادا کر دے تو فقہاء کا اتفاق ہے کہ زکوٰۃ ادا ہو جائے گی اور امام شافعی کے نزدیک حکومت کو اس سے دوبارہ مطالبہ کا حق نہیں مگر حنفیہ کے نزدیک حکومت کو مطالبہ کا حق ہوگا۔ اموال ظاہرہ میں وہ صاحب مال کی اس بات کو رد کر سکتی ہے کہ اس نے خود زکوٰۃ ادا کر دی ہے۔ ہاں اگر وہ یہ کہے کہ میں نے دوسرے مصدق کو زکوٰۃ دے دی ہے یا کوئی تاجر مال لے کر عاشر کے سامنے سے گزرے اور یہ دعویٰ کرے کہ اس سے دوسرے عاشر نے زکوٰۃ وصول کر لی ہے تو مصدق یا عاشر کی رسید دکھلانے پر اس کی تصدیق کی جاوے گی کیونکہ اس صورت میں اس نے حکومت کے حق کو باطل نہیں کیا ہے۔

مقدمہ سابعہ | مطالبہ زکوٰۃ و عشر کا حق اسی حکومت مسلمہ کو ہے جو آئین اسلام کے مطابق اسلامی حکومت ہو۔ یہ حکومت کو یہ حق حاصل نہیں جو کہ برائے نام ہی اسلامی حکومت ہو اور واقع میں اسلامی حکومت نہ ہو۔

© rasailojaraid.com

انتظام ہو سکتا ہے گردین کا نظام عقل پر جائے گا اور سب سے بڑا مقصد اسلامی سلطنت قائم کرنے سے یہی ہے۔ یہاں سے یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ اسلام کا بڑا مقصد سلطنت قائم کرنے سے امور دین کا انتظام، احکام شرعیہ کا نفاذ، غار اور تکوۃ و صدقات کا نظم اور شریعت کے موافق مسلمانوں کے معاملات کا فیصلہ کرنا جہاد اور سامان جہاد کا بندوبست کرنا ہے اگر کسی سلطنت سے یہ مقصد حاصل نہیں ہوتا تو وہ اسلامی سلطنت نہ ہوگی اگرچہ مسلمانوں کی سلطنت ہو اور زکوۃ و صدقات وصول کرنے کا حق اسی سلطنت کو جو اس مقصد کو پورا کرے جس کا یہاں ذکر ہو رہا ہے ورنہ اس کو یہ حق حاصل نہ ہو گا پس جو لوگ اسلامی سلطنت میں سیاست اور مذہب کو الگ کرنا چاہتے ہیں وہ اسلامی سلطنت قائم کرنا نہیں چاہتے بلکہ یورپین طرز کی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ دنیا جانتی ہے کہ ہندوستان کو تقسیم کر کے پاکستان اسی لیے حاصل کیا گیا ہے تاکہ یہاں اسلامی سلطنت قائم کی جائے جو مسلمانوں کی زندگی کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کا انتظام کرے اور اقلیت کو وہ حقوق عطا کرے جو اسلامی سلطنت میں دئے جاتے ہیں جس سے زیادہ عدل و انصاف کے ساتھ تو کوئی حکومت بھی اقلیتوں کو ان کے حقوق نہیں دے سکتی۔ جو لوگ حدود شرعیہ کو وحشیانہ سزائیں کہتے ہیں دراصل وہ ان اعمال کو وحشیانہ نہیں سمجھتے جن کی یہ سزائیں شریعت نے مقرر کی ہیں اگر وہ ان اعمال کو وحشیانہ سمجھتے تو ہرگز ان سزائوں کو وحشیانہ نہ کہتے کیونکہ تجربہ شہاد ہے کہ ان سزائوں کے بغیر ان وحشیانہ افعال کا قلع قمع نہیں ہو سکتا۔ یورپ کی سلطنتیں ان وحشیانہ جرائم کا استیصال ہی کرنا نہیں چاہتیں اس لیے وہ اسلامی سزائوں کو وحشیانہ بتلاتی ہیں۔ اگر وہ ان کا استیصال کرنا چاہتیں تو ان کو ماننا پڑتا کہ اسلام نے جو سزائیں مقرر کی ہیں وہی ان امراض کا اصلی علاج ہے۔ واللہ اعلم۔

مکتوب ثانی

مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ ربیع الاول کا ترجمان القرآن دو دن بعد ملا اس لیے جواب میں دیر ہوئی۔ میں نے مولانا مودودی کی تحریر دیکھی انہوں نے والعاملین علیہا کے عموم میں ہر ادارہ کے عاملین کو داخل کرنے کی کوشش کی ہے۔ مگر یہ صحیح نہیں کیونکہ آیت میں اور بھی غمو مات ہیں جن کو بدلیل السنۃ عموم پر نہیں رکھا گیا۔ مثلاً الصدقات کو صدقات مفروضہ پر محمول کیا گیا ہے کیونکہ صدقات نافلہ فقراء و مساکین کے ساتھ مخصوص نہیں۔ غنی کو بھی دے سکتے ہیں۔ اسی طرح الفقراء و المساکین۔ والعادین مسلمانوں کے ساتھ مخصوص ہیں۔ کفار کو زکوۃ

نہیں دے سکتے۔ اسی طرح والعاملین علیہا سے وہی لوگ مراد ہیں جن کو حکومت اسلامیہ نے تحصیل وصول صدقات کے لیے مقرر کیا ہو۔

قال فی البدائع واما العاملون علیہا فہم
الذین نصبہم الامام بحبایۃ الصدقات
(الحی ان قال) ان ما یتحققہ العامل انما
یتحققہ بطریق العیالۃ لا بطریق الزکوۃ بذیل
انہ یعطى وان کان غنیاً بالاجماع و بذلیل
انہ (ای رب المال) لو حمل زکوۃ بنفسہ الی الاما
لا یتحق العامل منها شیئاً انہ انما
یتحق بعملہ لکن علی سبیل الکفاۃ لہ و
لا عوانہ لا علی سبیل الاجرة لان الاجرة
مجهولة الخ ج ۲ ص ۲۷۷

عاحلین علیہا وہ لوگ ہیں جنہیں امام حکومت نے
صدقات وصول کرنے پر مقرر کیا ہو۔۔۔۔۔ عامل کا رکن
ہونے کی حیثیت سے زکوۃ کا مستحق ہوتا ہے، ورنہ وہ براہ راست
زکوۃ کا مستحق نہیں ہو سکتا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اس پر اجماع
ہے کہ وہ غنی ہونے کے باوجود زکوۃ لے سکتا ہے۔ دوسری
دلیل یہ ہے کہ اگر زکوۃ دینے والا خود زکوۃ امام تک لے جاتا
تو عامل اس میں سے کسی شے کا مستحق نہ ہوتا۔ اس سے ظاہر ہے
کہ عامل اپنے اور اپنے رفقاء کے گزراوقات کے لیے زکوۃ
میں سے لیتا ہے، اجرت کے طور پر نہیں لیتا کیونکہ اجرت تو
معلوم و متعین ہی نہیں ہے۔

عام طور سے کتب فقہ میں عاملین سے مراد وہی لوگ ہیں جن کو امام یا سلطان نے صدقات وصول کرنے کے لیے مقرر کیا ہو
ان ہی کا قبضہ قائم مقام قبضہ فقراء کے ہو سکتا ہے کیونکہ امام کو ولایت عامہ حاصل ہے اور عاملین اس کے نائب ہیں عام اداروں کی ولایت عامہ حاصل
نہیں، اس لیے ان کو فقراء مجبولین کا قائم مقام نہیں کہہ سکتے صرف زکوۃ دینے والوں کا نائب کہہ سکتے ہیں کیونکہ
وہ تو معلوم ہیں۔ پس ان کے قبضہ کو قبضہ فقراء نہیں کہا جاسکتا اور ان کے ہاتھ میں زکوۃ کی رقم پہنچنے سے زکوۃ دینے
والوں کی زکوۃ ادا نہ ہوگی جب تک فقراء کے قبضہ میں نہ پہنچ جائے۔ اب اگر یہ ادارے یا ان کے عاملین زکوۃ میں سے
سفر خرچ وغیرہ نکالیں گے۔ زکوۃ پوری ادا نہ ہوگی اور ضروری ہوگی۔ پس جو ادارے زکوۃ کی تحصیل وصول کے لیے
کھڑے ہوں ان کو ولایت عامہ حاصل کرنا چاہئے جس کی صورت یہی ہو سکتی ہے کہ حکومت کی طرف سے ان کو یہ حق
دیا جائے یا پھر عامتہ المسلمین باتفاق ان کو یہ حق دے دیں کیونکہ عامتہ المسلمین بھی حکومت کے قائم مقام ہو جاتے ہیں
مگر عامتہ المسلمین کا کسی ادارہ پر اتفاق بہت دشوار ہے۔